© rasailojaraid.com

مسلح تصادم میں جنگ کی اسلامی اخلاقیات

پروفیسر ڈاکٹر حسام الدین منصوری
سابق ڈین، کلیہ معارفِ اسلامیہ، جامعہ کراچی

© rasailojaraid.com

غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کی بنیاد امن ہے۔ جنگ ایک عارضی حالت ہے جو ناعاقبت اندیش انسانوں کی جانب سے انسانیت پر طاری ہو جاتی ہے۔ ہم اپنی گفتگو میں دلائل کے ذریعے اور تاریخی حقائق کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ انسانیت پر جنگ کی عارضی حالت طاری کرنے والے ناعاقبت اندیش انسان کون ہیں؟ ویسے اس سوال کا جواب انسانیت کے سامنے پہلے بھی روز روشن کی طرح واضح ہے لیکن نام نہاد جدیدیت (Modernisation) انسانی ترقی (Human Development) اور ٹیکنالوجی کے خوشنما لفظوں اور فلسفوں کے گورکھ دھندوں سے اس حقیقت پر مصنوعی پردے ڈال دیئے گئے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس حقیقت کی پردہ پوشی کرنے میں سب سے زیادہ موجودہ دور کے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے منفی کردار ادا کیا ہے۔ انسانیت کو شعور اور آگاہی دینے کے دعویدار ذرائع ابلاغ ہی انسانیت کو حقیقی شعور سے محروم رکھنے کے سب سے بڑے مجرم ہیں۔

اسلام کی دعوت کا آغاز زور وز بردستی سے نہیں بلکہ دلیل اور حجت کے ساتھ اور حکمت و موعظت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

عالمی امن کا اصول قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے:

یا یھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کآفة ولا تتبعوا خطوات الشیطان انه لکم عدو مبین. (البقرة : 204)

''اے ایمان والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''

دعوت میں حکمت بھرا اسلوب اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالتی ھی احسن. (النحل: 125)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اے نبی ﷺ! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو۔ جبر و اکراہ اور زبردستی سے کام لینا تبلیغ اسلام کے شرعی اسالیب میں سے نہیں اس لیے کہ دین کی اساس دلی طور پر ایمان قبول کرنے اور رضا و رغبت کے ساتھ عقیدہ اختیار کرنے پر ہے''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''لا اکراہ فی الدین قد تبیّن الرشد من الغیّ'' (البقرۃ : 256)

''دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیالات سے صاف طور پر الگ ہو چکی ہے''

اسلام اور فریضۂ دفاع:

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تعلقات کی بنیاد امن پر قائم ہے، سوائے اس کے کہ کہیں جارحیت کا سامنا کرنا پڑے تو جان کے دفاع اور زندگی کی بقاء کی خاطر جنگ لڑنی پڑ جاتی ہے یا کسی متوقع حملے سے بچنے کے لیے صُلح کرنی پڑتی ہے تو یہ بھی دفاع ہی کی ایک قسم ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وان جنحوا للسّلم فاجنح لھا و توکّل علی اللہ (الانفال : 61)

''اور اے نبیؐ! اگر دشمن صُلح و سلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو''

بلاوجہ کسی سے تعرّض کرنا یا آج کی مہذب قوموں کی طرح دنیا کے مادّی وسائل پر قبضہ کرنے کی خاطر ملکوں پر جنگیں مسلّط کرنا، شہروں کے شہر ملبے کے ڈھیر میں تبدیل کر دینا، بَم اور بارود اور اسلحہ کا بے مہابانہ استعمال اسلام اور مسلمانوں کا مقصود ہرگز نہیں ہو سکتا۔

قرآنِ حکیم کی صریح تعلیم یہ ہے:

ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا تبتغون عرض الحیوۃ الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرۃ. (النساء : 94)

''اور جو تمہاری طرف سلام سے تقدیم کرے اسے فوراً نہ کہہ دو کہ تم مؤمن نہیں ہو، تم جیسی دنیا کا اسباب و متاع چاہتے ہو تو اللہ کے پاس اس سے بہتر بہت سے غنیمتیں ہیں''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کفار صُلح کے لیے ہاتھ بڑھائیں تو مسلمان ان پر کوئی دست درازی نہیں کر سکتے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فان اعتزلوکم فلم یقاتلوکم والقوا الیکم السلم فما جعل اللّٰہ لکم علیھم سبیلاً. (النساء : 90)

''لہٰذا اگر وہ تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور لڑنے سے باز رہیں اور تمہاری طرف صُلح و آشتی کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے تمہارے لیے ان پر دست درازی کی کوئی سبیل نہیں رکھی ہے''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لاینھاکم اللّٰہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم انّ اللّٰہ یحب المقسطین. (الممتحنہ : 8)

''اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''

قرآنِ حکیم نے سب معاملات میں تو تحمل و برداشت کی تعلیم دی ہے مگر ایسے کسی حملے کو برداشت کرنے کی تعلیم نہیں دی جو دینِ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں پر اسلام کے سوا کوئی دوسرا نظام مسلط کرنے کے لیے کیا جائے۔ اس نے سختی کے ساتھ حکم دیا ہے کہ جو کوئی تمہارے انسانی حقوق چھیننے کی کوشش کرے، تم پر ظلم و ستم ڈھائے، تمہاری جائز ملکیتوں سے تم کو بے دخل کرے، تم سے ایمان و ضمیر کی آزادی سلب کرے، تمہیں اپنے دین کے مطابق زندگی بسر کرنے سے روکے، تمہارے اجتماعی نظام کو درہم برہم کرنا چاہے اور اس وجہ سے تمہارے درپے آزار ہو کہ تم اسلام کے پیرو ہو، تو اس کے مقابلے میں ہرگز کمزوری نہ دکھاؤ اور اپنی پوری قوت کے ساتھ اس ظلم کو رفع کرنے کی کوشش میں لگ جاؤ۔

ارشادِ ربانی ہے:

وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا. ان اللّٰہ لا یحب المعتدین. واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل. (البقرۃ : 1-190)

''وہ لوگ جو تم سے لڑتے ہیں، ان سے خدا کی راہ میں جنگ کرو مگر لڑنے میں حد سے تجاوز نہ کرو یعنی ظلم پر نہ اُتر آؤ۔ کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان ظالموں کو جہاں پاؤ قتل کرو، اور جہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے وہاں سے انہیں نکال باہر کرو کیونکہ یہ فتنہ قتل سے زیادہ بُری چیز ہے''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين لله ط فان انتهوا فلا عدوان الا على الظلمين. (البقرة : 193)

''تم ان سے برابر جنگ کیے جاؤ یہاں تک کہ فتنہ وفساد کا خاتمہ ہو جائے اور دین (نظام زندگی) صرف اللہ کے لیے خالص ہو جائے۔ پس اگر وہ (فتنہ برپا کرنے اور دین کے معاملہ میں زیادتی کرنے سے) باز آجائیں تو جان لو کہ سزا ظالموں کے سوا اور کسی کے لیے نہیں ہے''

دفاعی جہاد کے اسباب:

جن آیات میں جہاد کی دعوت دی گئی ہے ان سب کو کوئی آیت چھوڑے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر سمجھنا ضروری ہے۔ ان آیات کا مجموعی مفہوم یہ بتاتا ہے کہ جہاد اپنے اصلی سبب تک محدود ہے جس کی وجہ سے شریعت میں جہاد کا حکم آیا ہے۔ وہ سبب درج ذیل میں سے ہی کوئی ہو سکتا ہے۔

(ا) ظلم کا ازالہ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أُذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا و ان الله على نصر هم لقدير (الحج : 39)

اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جارہی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال تک مکّہ میں پُرامن طور پر اللہ کے دین کی دعوت دی۔ مدینہ میں بھی آپ ﷺ نے پُرامن دعوت ہی کو جاری رکھا۔ اگر مشرکین کی طرف سے بغاوت نہ ہوتی تو امن وامان ہی جاری رہتا اور اسلام کبھی بھی تلوار نہ اٹھاتا۔ اسلام اپنی اس قوت، وضاحت، سادگی، معقولیت اور انسانی فطرت کے ساتھ ہم آہنگی کی بنا پر پھیلا جو اس کے مزاج میں مجسّم ہو کر رہ گئی ہے۔ فکر وعقیدے کے لحاظ سے اسلام کا پھیلنا اور چیز ہے اور مسلمانوں اور اسلامی ریاست کا دفاع اور بات ہے۔ ان دونوں میں واضح فرق ہے۔ چنانچہ بین الاقوامی سطح پر اسلام کی موجودگی کا تقاضا ہے کہ اس کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے اور اسے ہر قسم کی جارحیت سے بچایا جائے۔ مسلمانوں کے دشمنوں کے مقابلے میں اسلامی جہاد کے اعلان کا پس منظر یہی تھا۔ (بین الاقوامی تعلقات، ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، (مترجم) صفحہ 132، شریعہ اکیڈمی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگیں جن میں آپ ﷺ کے ستائیس غزوات اور دیگر سرایا شامل ہیں، وہ صرف اس لیے لڑی گئی تھیں کہ خطرات کو شدید ہونے سے پہلے ہی ختم کیا جائے کیوں کہ مکّہ کے کافر ظلم کرنے میں حد سے بڑھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گئے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس قوم سے اس کے گھر میں لڑا جائے وہ قوم رسوا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مشرکین سے تب جا کر جنگ کی جب انہوں نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے صحابہ کو ہر طرح کی اذیت اور تکلیف پہنچائی اور کھلی دشمنی کا مظاہرہ کیا، مسلمانوں کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا، انہیں بھوک اور مار پیٹ کی سزائیں دیں، ان کے سینے پر پتھر رکھے اور طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے حبشہ والوں سے مسلم مہاجرین حوالے کرنے کا یوں مطالبہ کیا جیسے آج کل مجرموں کو حوالے کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ بلکہ ان لوگوں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک حملہ کر کے شہید کرنے میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جس پر تاریخ گواہ ہے۔

(سیرت ابن ہشام / زاد المعاد)

اس کے علاوہ یہ بھی بہت اہم ہے کہ جتنی بھی جنگیں ہوئیں اور فتوحات کی گئیں ان کی اجازت اسی اعلیٰ ترین مقصد کے تحت دی گئی تھی کہ ظلم و زیادتی کے خاتمے، مسلم وطن کے دفاع اور مذہبی آزادی کو یقینی بنایا جائے۔ دشمن کے اسلام قبول کرنے یا جزیہ دینے پر راضی ہونے یا غیر جانب دار رہنے کا پابند ہونے کی صورت میں جنگیں ختم کر دی گئیں۔

(۲) فساد کی جڑ کاٹنا:

دوسرا اہم سبب جہاد اسلامی کا فساد کا خاتمہ اور اسلام کی تبلیغ کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين لله فان انتهوا فلا عدوان الّا على الظلمين. (البقرة : 193)

''تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے پھر اگر وہ باز آ جائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا کسی پر دست درازی روا نہیں ہے''

اللہ کی راہ سے روکنا (صد عن سبیل اللہ) ایک ایسا ہی جرم ہے جسے فتنہ پردازی میں شمار کرتے ہوئے اس کا سدّ باب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله اضل اعمالهم. فاذا لقيتم الذين كفروا فضرب الرقاب حتى اذا اثخنتموهم فشدوا الوثاق فامّا منّا بعدُ واما فدآء حتى تضع الحرب اوزارها. (محمد : 4)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جن لوگوں نے دینِ حق کو ماننے سے انکار کر دیا اور اللہ کی راہ سے روکنے لگے ان کے اعمال اللہ نے ضائع کر دیئے۔ پھر جب تمہاری ان منکروں سے مڈبھیڑ ہو تو گردنیں مارو۔ یہاں تک کہ ان کی طاقت کچل ڈالو، اس کے بعد قید کی گرفت مضبوط کرو اور انہیں گرفتار کر لو پھر تمہیں اختیار ہے کہ خواہ احسان کا معاملہ کرو یا فدیہ لے لو۔ یہ عمل اس وقت تک جاری رکھو جب تک جنگ اپنے ہتھیار نہ ڈال دے (اور اس کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔

کفار کی جانب سے بدعہدی اور دغابازی، مظلوم مسلمانوں کی حمایت، اندرونی دشمنوں کا استحصال اور امن وامان کی حفاظت وہ اسباب ہیں جو مسلمانوں کی جانب سے جہاد وقتال کا محرک بنتے ہیں۔ (یہاں ان میں سے ہر ایک کی تفصیل سے تنگیٔ وقت کی بنا پر ہم گریز کر رہے ہیں۔

ان مقاصد کے پیشِ نظر مسلمانوں کو تمام تر جنگی تیاریوں اور اس کے لیے ہر وقت مستعد اور ہوشیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم.

(الانفال : 60)

''ان کے مقابلہ کے لیے جس قدر تمہارے امکان میں ہو، سامانِ جنگ اور ہمیشہ تیار رہنے والے گھوڑے مہیا رکھو۔ اس سے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو مرعوب وخوفزدہ رکھو گے''

جہاد اور دہشتگردی میں فرق:

جہاد اور دہشتگردی میں واضح فرق ہے۔ اس فرق کو سمجھنے کے لیے ہمیں ایک طرف ان احکام وآداب کا جائزہ لینا ہے جو اسلام نے جہاد کے ساتھ وابستہ کیے ہوئے ہیں۔ اسی طرح یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ مختلف مذاہب میں جنگ کے بارے میں کیا تصوّرات ہیں۔

مختلف مذاہب میں جنگ کا تصوّر:

قطع نظر اس کے کہ اس وقت مختلف مذاہب کے ماننے والے جنگ کے حوالے سے کن طریقوں پر عامل ہیں، مذہبی تعلیمات کی رُو سے جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو اس بارے میں اسلام کے علاوہ تمام مذاہب ہمیں افراط وتفریط کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ ہندو مذہب اور یہودیت جنگ کو جائز رکھتے ہیں۔ مگر اس طرح کہ انسان کو ان تمام اغراض کی خاطر لڑنے کی اجازت دیتے ہیں جن کے لیے ان کا نفس خواہش مند ہو، وہ اغراض ومقاصد میں حق وناحق کا امتیاز نہیں کرتے، انسان کے سامنے کوئی بلند نصب العین نہیں پیش کرتے، اس کو کسی اعلیٰ اخلاقی مقصد کی طرف توجہ نہیں دلاتے، بلکہ خالص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حیوانی فطرت پر اس کو حق دیتے ہیں کہ اپنے ابنائے جنس پر جب چاہیں، جس طرح چاہیں، جس غرض کے لیے چاہیں دست درازی کریں اور جو کچھ چاہیں ان سے حاصل کرلیں۔ (الجہاد فی الاسلام، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، صفحہ 454، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، جون 2001ء)

وَیدوں میں سب سے آخری اتھروَید کے حسب ذیل منتر ساعت کیجئے۔

''اندر اور سنوما! تو خبیث دشمن کو جلا دے، تباہ کردے، اے دیوتا آ! جو انچ پہ رنج پہنچاتے ہیں انہیں نیچا دکھا، ان احمقوں کو نیست و نابود کردے، جلا ڈال، ذبح کردے، ہمارے پاس سے دفع کر اور ان بندہ شکم راکشسوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے۔'' (الجہاد فی الاسلام، صفحہ 348)

''پس اے دیوی گائے! برہمن پر ظلم کرنے والے، مجرم بخیل، دیوتاؤں کی مذمت کرنے والے کو اپنی سو گرہوں والی بان سے، جو استرے کے پھل کی طرح تیز ہے، ہلاک کر، اس کے سر کو کندھوں سے الگ کردے، اس کے سر کے بال نوچ ڈال، اس کے بدن کی کھال کھینچ لے، اس کے پٹھے کھینچ لے، اس کے ڈھانچے پر سے گوشت کی بوٹی بوٹی اتار لے، اس کی ہڈیوں کو کچل دے، اس کے سر سے بھیجا نکال لے، اور اس کے سب اعضاء اور جوڑوں کو الگ کردے''۔ (الجہاد فی الاسلام صفحہ 348)

توریت میں بھی جا بجا جنگ کا ذکر ہے جنگ کا مقصد چند ایک جگہوں پر ہی بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ عدد باب 33 میں بیان کیا گیا ہے۔

''اور خداوند نے موآب کے کھیتوں پر یریحو کے مقابل اردن پر موسیٰ سے کلام کرکے فرمایا۔ بنی اسرائیل سے خطاب کر اور ان سے کہہ کہ جب تم اردن سے پار ہو کر ملک کنعان میں جاؤ۔ تو اس ملک کے سب باشندوں کو اپنے سامنے سے نکال دو، ان کی سب تراشی ہوئی مورتوں کو اور ان کے گھڑے ہوئے بتوں کو فنا کرو، اور ان کی اونچی جگہوں کو ڈھا دو اور ملک کے مالک بنو اور اس میں بسو، کیونکہ میں نے تمہیں اسے بطور میراث کے دیا ہے'' (33:54-50، کلام مقدس، عہد نامۂ عتیق، صفحہ 176، پاکستان بائبل سوسائٹی 2007ء)

لیکن اس وقت یہودیت نے صیہونیت کی جو شکل اختیار کر لی ہے اور ہر ناجائز طریقے سے قبلۂ اوّل بیت المقدس پر قبضہ جما لیا ہے، فلسطینیوں پر کیے گئے مظالم کی داستان فلسطین کے گلی کوچوں سے سنائی دے رہی ہے۔ جس کی صرف ایک جھلک صبرہ اور شتیلہ کے پناہ گزین کیمپوں پر اسرائیل کے وحشیانہ مظالم کی صورت میں دکھائی دیتی ہے۔ فلسطین کی تاریخ کا سب سے بڑا قتلِ عام ان دونوں کیمپوں میں ہوا جس میں 3297 فلسطینی شہری شہید کیے گئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

1968 سے لے کر 1974 تک صرف چھ سالوں میں اسرائیل نے تین ہزار سے زائد حملے کیے۔ ان حملوں کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ النباطیہ کا بڑا پناہ گزین کیمپ 1976ء میں 73 دنوں تک صیہونیوں کے محاصرے میں رہا جہاں انتہائی بے دردی کے ساتھ عورتوں اور بچوں سمیت 3000 افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ (تاریخ فلسطین، (مترجم) ڈاکٹر محسن محمد صالح، صفحہ 103، ادارہ معارف اسلامی لاہور، 2008ء)

صیہونی درندوں کے انسانیت سوز مظالم کی یہ صرف ایک جھلک ہے۔ پوری انسانی تاریخ یہودیوں کے مظالم سے بھری پڑی ہے۔

بُدھ مت اور عیسائیت بطور مذہبی تعلیمات ایک دوسری ہی انتہا پر کھڑے ہیں۔ اَہنسا کی تعلیمات کے مطابق ہر ذی روح شے کو معصوم قرار دے دیا گیا ہے اور انسان سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے کیڑے تک ہر جاندار کی عصمت اس معنیٰ میں تسلیم کی گئی ہے کہ اس پر کسی حال میں تجاوز نہیں کیا جا سکتا۔ بودھ کے احکام عشرہ میں سب سے پہلا تاکیدی حکم یہ ہے کہ "کسی جاندار کو ہلاک نہ کرو"، جو بھکشو عملاً کسی جاندار شے کو اس کی زندگی سے محروم کرے وہ اس کے قانون میں ناقابلِ عفو جرم کا مرتکب ہے۔ حد یہ ہے کہ وہ بھکشوؤں کو برسات کے تین مہینے میں گوشۂ عزلت سے باہر نکلنے تک کی ممانعت کرتا ہے تاکہ زمین پر چلنے سے حشرات الارض نہ کچلے جائیں۔ ان شدید اہنسائی احکام کے ساتھ جنگ کی اجازت تو در کنار اس کا تصور بھی ناممکن ہے۔ (الجہاد فی الاسلام، صفحہ 392-391)

حضرت عیسیٰؑ کی جانب منسوب کیا جانے والا مذہب مسیحیت جس شکل میں ہم تک پہنچا ہے اس کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دراصل سنیاس، رہبانیت اور تیاگ کا مذہب ہے اس میں انسان کی تمدّنی زندگی کے لیے کوئی دستور العمل، کوئی شریعت، کوئی ضابطہ قوانین وضع نہیں کیا گیا ہے۔

مسیحیت انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں رہبانیت کی تعلیم دیتی ہے اور تمدّن و تہذیب سے الگ کر کے انسان کو کلیۃً تارک الدنیا بنا دینا چاہتی ہے۔ اس لیے مسیحیت کی ابتدائی تعلیمات میں جنگ کا تصوّر مفقود نظر آتا ہے۔ (ایضاً، صفحہ 413-412)

ابتدا میں مسیحیت سلطنت اور امورِ سلطنت سے لاتعلق رہی لیکن قسطنطین اعظم کے عہد سے یہ عملاً سلطنت کا مذہب بن گئی اور پھر اسے پھیلانے کے لیے غیر مسیحی دنیا پر جو مظالم کے پہاڑ توڑے گئے اس کے ذکر سے بھی خوف آتا ہے۔

غیر مسیحی عقائد کو مٹانے کے لیے مذہبی عدالتیں پاپایانِ رُوم کے ماتحت جو سزائیں جاری کرتی تھیں ان میں منجملہ بہت سی سزاؤں کے انسانوں کو زندہ جلا دینا، زبان کاٹ ڈالنا، اور مرے ہوئے شخص کی قبر کھود کر ہڈیاں نکال پھینکنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی شامل تھا۔ تنہا اسپین میں اسی مذہبی عدالت کے حکم سے تین لاکھ چالیس ہزار آدمی مختلف طریقوں سے قتل کیے گئے جن میں 32 ہزار وہ ہیں جنہیں زندہ جلا دیا گیا۔ (ایضاً، صفحہ 452)

افراط و تفریط کے ان دو انتہائی نقطوں کے درمیان اسلام نے توسط و اعتدال کی ایک درمیانی راہ نکالی ہے۔ وہ انسانی فطرت، انسانی ضروریات کے صحیح اقتضا اور سب سے زیادہ انسانیت کی اصلاح کے مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر جنگ کو دو قسموں پر تقسیم کرتا ہے۔ ایک وہ جنگ جو ملک و مال، جاہ و اقتدار اور نفسانی اغراض کے حصول کے لیے لڑی جائے (جس کی اسلام کے تصورِ جہاد میں بالکل بھی گنجائش نہیں ہے۔) دوسری وہ جنگ جو حق کی حمایت اور ظلم و جور کو رفع کرنے کے لیے ہو۔ پہلی جنگ کو وہ فتنہ و فساد سے تعبیر کرتا ہے اور اس کو ایک بدترین معصیت قرار دے کر اس سے کامل اجتناب کا حکم دیتا ہے۔ دوسری جنگ اس کے نزدیک اگر خالص حق کے لیے کی جائے اور اس میں کوئی نفسانی غرض شامل نہ ہو تو وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے، ایک بہترین عبادت ہے، ایک مقدس ترین فرض ہے اور ایک ایسی چیز ہے جس سے زیادہ افضل و احسن انسانی خدمت کوئی نہیں ہے۔ (ایضاً، صفحہ 455)

رہی بات تہذیب جدید کی، تو اس کا حال یہ ہے کہ عصرِ حاضر میں مہذب قوموں نے جس طرح سے جنگی قوانین خود بنائے لیکن ان قوانین کو خود پامال کیا۔ بلکہ ایسے لگتا ہے کہ جیسے یہ قوانین صرف مظلوم اقوام بالخصوص مسلمانوں کو دبانے، ان پر دہشت گردی کا لیبل چسپاں کرنے، اور ان کا ''مارو اور رونے بھی نہ دو'' کے اُصول کے مطابق بھرپور استحصال کرنے کی غرض سے بنائے گئے ہیں جنہیں سیمینارز اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں مغرب اور اقوام مغرب نے اپنے چہرے کے بدنما داغ چھپانے اور انسانیت سوز اور ہلاکت خیز تباہ کاریوں پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔ جنگ کے قوانین کی پامالی معاہدۂ امن کی خلاف ورزی، اسیرانِ جنگ کے حقوق ناقابلِ برداشت حد تک نظرانداز کرنا، زخمیوں، بیماروں اور مقتولین کے ساتھ غیر انسانی رویے، مہلک اور بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کا استعمال، جاسوسی، بدعہدی اور دھوکہ دہی، انتقامی کاروائیاں، مقاتلین (لڑائی میں شرکت نہ کرنے والے) کے حقوق کی پامالی ایسے مسائل ہیں جنہیں جنگ کی تاریخ میں مغرب نے متعارف کرایا اور اس کے علی الرغم اسلام پر ایسے نازیبا الزامات و اتہامات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا کہ جس نے اسلام کے بارے میں دنیا بھر میں اور خود مسلمانوں بالخصوص مغربی فکر و تہذیب سے مرعوب افراد کے اذہان میں شکوک و شبہات پیدا کر دیئے اور اس پراپیگنڈے کا ایک بڑا مقصد یہی تھا۔

لہٰذا ہم اب یہ جائزہ بھی لیں گے کہ اسلام نے جنگ اور مذکورہ بالا جنگی امور کے بارے میں کیا طریقہ متعارف کرایا جسے اسلامی تاریخ میں بحیثیت مجموعی مسلمانوں نے اختیار کیا، تاہم کسی دور میں انفرادی طور پر کسی مسلمان حکمران کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوتاہی کا الزام اسلام پر عائد کرنا سراسر نا انصافی اور علمی بد دیانتی کے مترادف ہے۔

اسلام میں جنگ کے قواعد وضوابط:

اسلام نے جنگ کے دائرے بہت حد تک محدود کرنے پر زور دیا ہے۔ اس کے مطابق اصل مقصد دشمن کے علاقے میں ہر کس و ناکس کو نقصان پہنچانے یا اسے تباہ و ہلاک کرنے کے بجائے صرف دشمن کے شر کو دفع کرنا ہے۔

اس مقصد کے تحت اسلام جنگ میں صرف اتنی قوت استعمال کرنے کا پابند بناتا ہے جتنی کہ دشمن کے شر کو دفع کرنے کے لیے ناگزیر ہو۔

اسلام نے جنگ کے وحشیانہ طریقہ اور انسانوں کو نیز حیوانات و نباتات کو بلاوجہ نقصان پہنچانے کے تمام روح فرسا طریقے یکلخت ختم کردیئے۔ اس کے لئے اسلام نے سب سے پہلے مقصد جنگ کی تطہیر پر توجہ دی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے:

جاء رجل الیٰ النبی ﷺ فقال یا رسول اللّٰہ مأ القتال فی سبیل اللّٰہ ؟ فان احدنا یقاتل غضبا ویقاتل حمیة فرفع الیه رأسه فقال من قاتل لتکون کلمة اللّٰہ هی. العلیا فهو فی سبیل اللّٰہ. (بخاری کتاب الجهاد و کتاب المغازی)

''ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور بولا کہ یا رسول اللہ! قتال فی سبیل اللہ کیا ہے؟ ہم میں سے کوئی شخص جوشِ غضب میں لڑتا ہے اور کوئی حمیت قومی کی بنا پر آپ نے سر اٹھایا اور جواب دیا: ''جو شخص اللہ کا بول بالا کرنے کے لیے لڑتا ہے اس کی جنگ راہِ خدا میں ہے''

طریقِ جنگ کی تطہیر کے لیے اسلام نے مختلف قواعد و ضوابط طے کردیئے۔ ان میں سب سے پہلے غیر اہلِ قتال کی حُرمت کا تصوّر ریختہ کیا گیا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کی لاش پڑی دیکھی ناراض ہوکر فرمایا: ''ما کانت هذه تقاتل فیمن یُقَاتِلُ'' یہ تو لڑنے والوں میں شامل نہ تھی۔

پھر سالارِ فوج حضرت خالدؓ کو کہلوا بھیجا:

لاتقتلنّ امرأةً ولاعسیفاً.

''عورت اور اجیر کو ہرگز قتل نہ کرو''

ایک دوسری روایت کے مطابق اس کے بعد آپ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کی عام ممانعت فرما دی تھی۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

" لا تقتلوا شیخا فانیا ولا طفلاً صغیراً ولا امرأةً. ولا تغلوا وضموا غنائمکم واصلحوا واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین."

''نہ کسی بوڑھے اور ضعیف کو قتل کرو، نہ چھوٹے بچے کو اور نہ عورت کو قتل کرو۔ اموال غنیمت میں چوری نہ کرو۔ جنگ میں جو کچھ ہاتھ آئے سب ایک جگہ جمع کر دو، نیکی واحسان کرو کیونکہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے''

غفلت میں حملہ کرنے سے احتراز کا درس بھی اسلام نے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی دشمن قوم پر رات کے وقت پہنچتے تو جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہ کرتے تھے۔

عرب اور غیر عرب شدّت انتقام میں دشمن کو زندہ جلا دیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس وحشیانہ حرکت کو بھی ممنوع قرار دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے دشمن کو باندھ کر قتل کرنے اور تکلیفیں دے دے کر مارنے کی بھی ممانعت فرمائی۔ جنگِ خیبر میں صُلح ہو جانے کے بعد بھی جب کچھ واقعات پیش آئے اور حضور ﷺ کو ان کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے تمام سپاہیوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا:

وان اللہ لم یحلّ لکم ان تد خلوا بیوت اھل الکتاب الاباذن ولا ضرب نساء ھم ولا اکل ثمارھم اذا اعطوکم الذی علیھم.

''اللہ نے تمہارے لیے یہ جائز نہیں کیا ہے کہ اہلِ کتاب کے گھروں میں بلا اجازت گھس جاؤ، ان کی عورتوں کو مارو پیٹو اور ان کے پھل کھا جاؤ۔ حالانکہ ان پر جو کچھ واجب تھا وہ تمہیں دے چکے ہیں۔

افواج کی پیش قدمی کے وقت فصلوں کو خراب کرنا، کھیتوں کو تباہ کرنا، بستیوں میں قتلِ عام اور آتش زنی کرنا جنگ کے معمولات میں سے ہے لیکن اسلام ان تمام امور کو فساد سے تعبیر کرتا ہے اور ان کی سختی سے ممانعت کی ہے''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

واذا تولیٰ سعیٰ فی الارض لیفسد فیھا و یھلک الحرث والنسل ط واللہ لا یحب الفساد. (البقرة : 205)

''جب وہ حاکم بنتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے اور فصلوں اور نسلوں کو برباد کرے مگر اللہ تو فساد کو پسند نہیں کرتا''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شام و عراق کی طرف فوجیں بھیجتے وقت جو ہدایات دی تھیں ان میں ایک ہدایت یہ بھی تھی کہ بستیوں کو ویران نہ کرنا اور فصلوں کو خراب نہ کرنا۔ اس میں شک نہیں کہ اگر جنگی ضروریات کا تقاضا ہو تو درختوں کو کاٹنے اور جلا کر میدان صاف کر دینے کی اجازت ہے، جیسا کہ بنی نضیر کے محاصرہ میں کیا گیا، لیکن محض تخریب کی نیت کے ساتھ ایسا کرنا بالاتفاق ممنوع ہے۔ دشمن کی لاشوں کو بے حرمت کرنے اور ان کے اعضاء کی قطع و برید کرنے سے بھی اسلام نے سختی سے منع کیا ہے۔

ارشادِ رسول اکرم ﷺ ہے:

"نهى النبى ﷺ من النهبىٰ و المثلة"

نبی کریم ﷺ نے لوٹ مار کئے گئے مال اور مُثلہ (قطع اعضاء) سے منع فرمایا۔ فتح مکّہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ جب شہر میں داخل ہونے لگے تو فوج میں اعلان کرادیا تھا:

"کسی مجروح پر حملہ نہ کیا جائے، کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے، کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ امان میں ہے"

سفراء اور قاصدوں کے قتل کو بھی آنحضرت ﷺ نے ممنوع قرار دیا۔ دھوکہ دہی، بدعہدی اور اہلِ معاہدہ پر دست درازی سے کئی احادیث میں منع فرمایا گیا ہے۔ ان تمام تصریحات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے جنگ کو ان تمام وحشیانہ افعال سے پاک کردیا جو اس عہد میں جنگ کا ایک غیر منفک جُز بنے ہوئے تھے۔ اسیرانِ جنگ اور سفراء کا قتل، معاہدین کا قتل، مجروحین جنگ کا قتل، غیر اہلِ قتال کا قتل، اعضاء کی قطع و برید، مُردوں کی بے حرمتی، آگ کا عذاب، لوٹ مار اور قطع طریق، فصلوں اور بستیوں کی تخریب، بدعہدی اور پیمان شکنی، فوجوں کی پراگندگی و بدنظمی، لڑائی کا شور و ہنگامہ سب کچھ آئینِ جنگ کے خلاف قرار دے دیا گیا اور جنگ صرف ایک ایسی چیز رہ گئی جس میں شریف اور بہادر آدمی دشمن کو کم سے کم ممکن نقصان پہنچا کر اس کے شر کو دفع کرنے کی کوشش کریں۔ (الضہاد فی الاسلام، صفحہ 236)

☆☆☆

© rasailojaraid.com